سلسلہ اشاعت نمبر ۱۸

جنگ آزادی میں
علامہ فضل حق خیرآبادی کا کردار

نفیس اسلام

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ناشر: نوری مشن، مالیگاؤں
مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں

زیر طبع

نوری مشن کی ۱۹؍ویں اشاعت

ہدیہ دعائے خیر

THE WORLD IMPORTANCE OF IMAM AHMAD RAZA

امام احمد رضا کی عالمی اہمیت

مصنف : برطانوی نومسلم پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون

مترجم : ڈاکٹر ظفر اقبال نوری

مقدمہ : غلام مصطفےٰ رضوی

محرک : رضا اکیڈمی انٹرنیشنل، انگلینڈ

Nafse Islam
نفس اسلام

ملنے کے پتے:

۱) مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں-۴۲۳۲۰۳
۲) رضا اکیڈمی، ۸۵۳؍ اسلامپورہ، مالیگاؤں-۴۲۳۲۰۳
۳) تحریک فکر رضا، ۱۶۷؍ ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی-۸
۴) رضا اسلامک اکیڈمی، ۱۰۴؍ جسولی، بریلی شریف

نوٹ: بذریعۂ ڈاک طلب کرنے والے قارئین بمد ترسیل ۴ روپے کے ڈاک ٹکٹ نوری مشن کو ارسال کریں۔

موقوفہ [illegible]

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ)

بفیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ عنہ

14/10/05
Received

جنگ آزادی میں
علامہ فضل حق خیر آبادی کا کردار

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم. اے، پی. ایچ. ڈی
سرپرست ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

ناشر: **نوری مشن**، مالیگاؤں

رابطہ: مدینہ کتاب گھر، نزد مدینہ مسجد، آگرہ روڈ (غریب نواز روڈ)، مالیگاؤں
E-mail:noori_mission@yahoo.com
سن اشاعت: اگست ۲۰۰۵ء / ھدیہ: دعاے خیر بحق معاونین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ فضل حق خیرآبادی (م ۸-۱۲۷۷ھ/۱۸۶۱ء) خیرآباد (یوپی، انڈیا) (۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد علامہ فضل امام خیرآبادی (م ۱۲۴۴ھ/۹-۱۸۲۸ء) عالم و فاضل اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ مفتی صدرالدین آزردہ (م ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) آپ ہی کے شاگرد تھے۔ دہلی میں صدرالصدور کے عہدہ پر فائز رہے۔ علامہ فضل حق خیرآبادی اپنے والد ماجد علامہ فضل امام خیرآبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی......[۱] (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (م ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۸ء) وغیرہ سے ۱۸۰۹ء میں ۱۳ سال کی عمر میں درسیات سے فارغ ہوئے، پھر خود استادِ کامل بن گئے۔ آپ کے تلامذہ میں شاہ عبدالقادر بدایونی، مولانا خیرالدین دہلوی، مولانا ہدایت اللہ رام پوری، مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور مولانا عبدالحق خیرآبادی جیسے فضلاء تھے۔ سلسلۂ چشتیہ میں شاہ دھومن دہلوی سے بیعت ہوئے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علم و فضل میں یگانۂ روزگار تھے، علوم عقلیہ کے مسلم الثبوت استاد تھے بلکہ مجتہد و امام تھے۔ علامہ موصوف اپنے مشہور قصیدۂ ہمزیہ میں تحدیث نعمت کے طور پر اپنے علم و فضل کا اس انداز سے ذکر کرتے ہیں:

اللہ أقنانی علوما یقتنی   منها علوما جمة علماء ......[۲]

"اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علوم عطا کیے کہ ان میں سے بہت کچھ علما نے حاصل کیے"......

علامہ فضل حق خیرآبادی معقولات کے استاد تھے ہی مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ عربی کے بے مثال ناظم و ناثر بھی تھے۔ بیک وقت شعر کی نزاکتوں اور فلسفے کی باریکیوں اور گہرائیوں سے آگاہ تھے۔ شاعری میں عربی، فارسی اور اردو ادب پر گہری نظر تھی۔ معقولات و ادبیات ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن یہ دونوں علوم حیرت انگیز طور پر علامہ فضل حق خیرآبادی میں جمع ہو گئے تھے۔ ادب میں وہ کمال حاصل تھا جس کو آج تک ماہرین فن تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ عبارت ایسی لکھتے جس کی مثال علمائے ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء)، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۶ء) اور امام احمد رضا محدث بریلوی[۳] (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے بعد نظر نہیں آتی۔ اصحابِ علم و فضل اور اربابِ شعر و ادب دور دور سے اپنی تصنیفات اور منظومات اصلاح کے لیے ان کی خدمات میں ارسال کرتے تھے اور نامور علما اپنی تصانیف پر تقاریظ لکھواتے تھے۔ علامہ نے فخریہ طور پر اپنی شعری نگارشات کا ذکر ایک جگہ یوں فرمایا ہے۔

و نبذا مما أصابنی فی قصید تین إحداهما همزیة تحکی همزات الشیاطین و الأخریٰ دالیة دالة علی ما یعانی هذ الحزین الزمین...... و کنت قد

نظمت قبل و قصیدة فی قوافی النون فریدة کالدر المکنون...... عدد
أبیاتها ثلاثمائة أو یزید و لم یتیسر لی إتمامها......[۴]

”دو قصیدے لکھے، ایک ہمزیہ دوسرا دالیہ، ایک اور نون کے قافیے میں لکھا تھا جو دُرِّ یتیم کی طرح یگانہ ہے، اس کے تین سو سے زیادہ اشعار ہو گئے، تکمیل کی نوبت نہ آئی“......

علامہ فضل حق خیر آبادی نے ایامِ اسارت میں یہ قصائد قلم بند کیے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعر گوئی ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ ان کی شاعری کا موضوع رسول کریم ﷺ کی مدح سرائی ہے، وہ حضرت کعب بن زہیر ﷺ اور حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قصائد کی پیروی میں اپنے نعتیہ قصائد کا آغاز غزل سے کرتے ہیں۔ انہوں نے اس وقت عربی میں نعت لکھی جب عربی اور فارسی کی اہمیت گھٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی اور انگریزوں کے غلبے کی وجہ سے انگریزی زبان و ادب کے گن گائے جانے لگے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اس طرح بڑھائی جا رہی تھی کہ حضور انور ﷺ کی شان معاذ اللہ گھٹی نظر آئے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی اپنے قصیدہ دالیہ میں ایک جگہ ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے نصرانیت کی تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

همت بتنصیرهم قبلا و هم شیع　　من مسلمین و من عباد ابداد...... [۵]

”اس (ملکہ) نے پہلے تو مسلمانوں اور بت پرستوں کی جماعتوں کو نصرانی بنانے کا قصد کیا“......

مولانا رحمٰن علی نے لکھا ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا کلام چار ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے......[۶]

✡ ✡ ✡ ✡

علامہ فضل حق خیر آبادی کے مرزا غالبؔ سے بہت گہرے مراسم تھے، علامہ فضل حق خیر آبادی کے ہاں غالبؔ کا بہت آنا جانا تھا، علامہ کے علم و فضل سے بہت ہی متاثر تھے۔ ایک خط میں انہوں نے علامہ کو ”فاضلِ بے نظیر و یگانہ“ کے خطاب سے یاد کیا ہے...... [۷] پچیس سال کی عمر میں غالبؔ، علامہ فضل حق خیر آبادی کے حلقۂ اثر میں تھے۔ غالب کی اردو شاعری میں سہل پسندی بھی علامہ ہی کے اثرات کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ اس زمانے میں علامہ فضل حق خیر آبادی دہلی سول کورٹ میں ریڈر تھے۔ غالبؔ پر علامہ کا اتنا اثر ہوا کہ علامہ کے تعلقات سے پہلے کہی ہوئی دو سو اڑسٹھ غزلیات جو ایک ہزار چار سو اٹھانوے اشعار پر مسودے کی شکل میں محفوظ تھیں قلم زد کر دیں۔ ان غزلیات کو بعد میں مفتی انوار الحق نے دریافت کر کے ایڈٹ کیا، اس پر ڈاکٹر عبد الرحمٰن بنوری نے مقدمہ لکھا۔ ابتدائی زمانے کے اس مجموعے کو نسخہ حمیدیہ کہا جاتا ہے، جو بھوپال کے نواب حمید اللہ خان کے نام پر معنون ہے۔ یہ نسخہ ۱۹۱۹ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

مرزا غالب نے ۲۸ رجنوری ۱۸۵۷ء کو علامہ کے ایماء پر نواب رام پور کے نام ایک قصیدہ بھی بھیجا تھا، جو علامہ نے اپنی سفارش کے ساتھ نواب صاحب کو پیش کیا۔ پھر ۵ رفروری ۱۸۵۷ء کو نواب صاحب نے اصلاح

کے لیے اپنی غزلیں غالبؔ کو بھیجیں مگر انقلاب ۱۸۵۷ء کی وجہ سے تعلقات متزلزل ہو گئے۔

* * * *

علامہ فضل حق خیر آبادی صحیح العقیدہ سُنّی حنفی تھے۔ ان کا مسلک مولوی اسماعیل دہلوی (م ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۱ء) کے علمی تعاقب سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے مسئلہ امکان کذب اور امتناعِ نظیر کی بحث چھیڑی تو علامہ نے تحریر اور تقریر کے ذریعے اس کا پُر زور رد کیا۔ مولوی اسماعیل کی مشہور کتاب تقویۃ الایمان (قبل ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء) کے جواب میں **تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ** (۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء) لکھی اور مسئلہ شفاعت، امکانِ کذب اور امتناع نظیر پر مدلل بحث فرمائی۔ مقام اوّل میں شفاعت کا ذکر ہے، مقام ثانی میں تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارات کا رڈ ہے، مقام ثالث میں تقویۃ الایمان کی عبارات تنقیصِ رسالت مآب کا رد ہے، مقام رابع میں بتایا ہے کہ حبِ مصطفیٰ ﷺ کے بغیر ایمان مکمل نہیں پھر خلاصہ فتویٰ ہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے تقویۃ الایمان کی بعض گستاخانہ عبارات پر تکفیر فرمائی اور یہ فتویٰ دیا:

> ''اس بے ہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر و بے دین ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے'' ......[۸]

سر سیّد احمد خان نے مولوی سیّد احمد بریلوی، مولوی اسماعیل دہلوی کے لیے لفظ ''وہابی'' استعمال کیا اور لکھا ہے کہ سکھوں اور مسلمانوں دونوں نے مل کر ان کو قتل کیا......[۹] اس طرح ۱۸۲۵ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی نے جو فتویٰ دیا تھا۔ ۱۸۳۱ء میں اس پر عمل ہو گیا۔......[۱۰]

جیسا کہ عرض کیا گیا علامہ فضل حق خیر آبادی کے مرزا غالبؔ (م ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۹ء) سے خصوصی مراسم تھے، علامہ کی فرمائش پر مرزا غالبؔ نے امتناع نظیر خاتم النبیین پر ایک مثنوی لکھی، یہ عجیب بات ہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی اور علامہ فضل رسول بدایونی (م ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء) مولوی اسماعیل دہلوی کے خلاف تھے، لیکن انگریز نہ مولوی اسماعیل کے خلاف تھے نہ مولوی اسماعیل انگریزوں کے خلاف تھے۔ گو مشہور یہی کیا گیا کہ مولوی اسماعیل نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ بقول مولوی حسین احمد دیوبندی (م ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء) جنگ کی ضرورتوں کو مہیا کرنے میں انگریزوں نے سید صاحب کی مدد کی......[۱۱] اور بقول محمد جعفر تھانیسری انگریزوں کی دعوت میں مولوی اسماعیل گئے۔ دس ہزار میم صاحب آپ کے وعظ سننے کو جمع ہوئے......[۱۲] مولوی اسماعیل کے انگریزوں کے تعلق کی توثیق تقویۃ الایمان کے اس مطبوعہ انگریزی ترجمے سے ہوتی ہے، جو مولوی اسماعیل کے ایماء سے شائع ہوا اور ۱۸۵۷ء سے پہلے رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے شائع کیا۔......[۱۳]

* * * *

جنگِ آزادی میں حصّہ لینے کے جرم کی پاداش میں سزا سے قبل علامہ فضل حق خیر آبادی کی زندگی خوش حال اور دین دار گھرانوں کی طرح گزری، لباس بھی امیرانہ اور انداز بھی امیرانہ، فیاض اور رحم دل، دوستوں کے

دوست اور مددگار۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق وہ حقہ......[۱۴] کبھی نوش فرماتے تھے اور تفریح طبع کے لیے شطرنج......[۱۵] کبھی کھیلتے تھے۔......[۱۶]

۱۲۶۴ھ/ ۸-۱۸۴۷ء میں دیکھا گیا کہ ان مشاغل کے باوجود "الافق المُبین" کا درس دے رہے تھے۔ چوں کہ علامہ کو شعر و سخن سے خاص لگاؤ تھا، اس لیے حکیم مومن خان مومؔن، مرزا اسد اللہ غالبؔ، مصطفیٰ خان شیفتہؔ، صدر الدین آزردہؔ جیسے باکمال شعراء کے ساتھ شعر و سخن کی محفلیں بھی رہتی تھیں۔

* * *

برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط قائم ہو چکا تھا، علما اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی بھی سررشتے دار ہوئے، اعلیٰ قابلیت کی وجہ سے ریزیڈنٹ بنے۔ شاہ دہلی اکبر شاہ ثانی (جلوس ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء) آپ کا خاص خیال رکھتے تھے، الہ آباد میں سرکاری وکیل بھی ہوئے۔ نواب فیض محمد خاں رئیس جھجر نے اپنے پاس بلا لیا، پھر مہاراجا الور کے پاس چلے گئے، اس کے بعد سہارن پور اور آخر میں لکھنؤ میں صدر الصدور کے عہدے پر فائز ہوئے۔ لکھنؤ سے نواب رام پور نواب یوسف علی خان کے اتالیق مقرر ہوئے۔

نصاریٰ کی ملازمت وقت کی ایک ضرورت تھی۔ یہ ملازمت انگریزوں سے کسی خیر خواہی کی وجہ سے نہ تھی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کی تصانیف میں کسی جملے یا شعر سے انگریزوں کی خیر خواہی نہیں جھلکتی بلکہ ان کے عربی قصائد میں تو دشمنی اور نفرت صاف جھلک رہی ہے۔ ملازمت چھوڑنے اور نوابوں کے درباروں سے وابستگی کا بڑا سبب بھی یہی نفرت اور دشمنی تھی۔ اس کے باوجود بعض مؤرخین یہ کوشش کرتے ہیں کہ آپ کو انگریزوں کا خیر خواہ ثابت کیا جائے۔ یہ بات تاریخی حیثیت سے صحیح نہیں، اگر خیر خواہ ہوتے تو انگریز آپ کو کیوں سزا دیتا؟ اس نازک دور میں اس کو خیر خواہوں کی بڑی ضرورت تھی۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ تحریر کی بناء پر مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی، جس کی بیشتر مؤرخین کو شکایت ہے۔ اس لیے وہ علامہ کے ساتھ انصاف نہ کر سکے۔ جس طرح ابن عبد الوہاب نجدی نے انگریزوں کے ایما پر "کتاب التوحید" لکھ کر ایک طوفان کھڑا کیا، غالباً مولوی اسماعیل نے بھی انگریزوں کی شہ پر "تقویۃ الایمان" لکھ کر ایک طوفان کھڑا کیا، اس کے انگریزی ترجمے سے اس شبہے کی تائید ہوتی ہے۔

* * *

انگریزوں کا عمل دخل تو پورے برصغیر میں ہو چکا تھا لیکن اُن کے خلاف ۱۸۵۷ء کی بغاوت کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ انگریزوں نے بندوقوں کے کارتوسوں پر گائے کی چربی اور سور کی چربی لگائی۔ سور مسلمانوں کے ہاں حرام ہے اور گائے ہندوؤں کے ہاں۔ چوں کہ یہ کارتوس منہ لگائے بغیر بندوقوں سے نہیں نکالے جا سکتے تھے اس لیے اس افواہ نے ہندو اور مسلمانوں دونوں فوجیوں کو چراغ پا کر دیا اور اچانک بغاوت پھوٹ پڑی، جس کا مرکز دہلی بنا کیوں کہ بادشاہ کا پایۂ تخت رہا تھا، عوام الناس انگریزوں کی عمل داری سے پہلے ہی ناراض تھے، وہ بھی

فوجیوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اس ہنگامی دور میں علامہ فضل حق خیر آبادی نے بہادر شاہ ظفر اور مجاہدین کو انگریزوں کے خلاف بھرپور جنگ کے لیے ابھارا، علما نے جہاد کا فتویٰ جاری کیا، فتوے سے ایک شورش برپا ہو گئی۔ فتویٰ جہاد ۲۶-جولائی ۱۸۵۷ء کو صادق الاخبار دہلی میں چھپا، اس سے پہلے اخبار الظفر دہلی میں شائع ہو چکا تھا...... ۱۷ اس فتویٰ میں راقم کے جد امجد کے ماموں علامہ محمد مصطفیٰ خان ابن حیدر شاہ خان نقشبندی کے دستخط بھی ہیں۔

اٹھارہ سو ستاون (۱۸۵۷ء) کے جہادِ آزادی میں علامہ خیر آبادی نے بھرپور کردار ادا کیا، جب کہ علامہ کے مخالفین اس حقیقت کے انکار پر مصر ہیں، بہادر شاہ ظفر کے دربار میں موجود ضمیر فروش مخبر، انگریز کو خفیہ امور کی اطلاع دیا کرتے تھے، ایسے ہی ایک مخبر تراب علی نے بتاریخ ۲۸ر اگست ۱۸۵۷ء انگریزوں کو مطلع کرتے ہوئے لکھا۔

> ”مولوی فضل حق جب سے دہلی آیا ہے شہریوں اور فوج کو انگریزوں کے خلاف اکسانے میں مصروف ہے۔ وہ کہتا پھرتا ہے کہ اس نے آگرہ گزٹ میں برطانوی پارلیمنٹ کا ایک اعلان پڑھا ہے جس میں انگریزی فوج کو دہلی کے تمام باشندوں کو قتل کر دینے اور پورے شہر کو مسمار کر دینے کے لیے کہا گیا ہے، آنے والی نسلوں کو یہ بتانے کے لیے کہ یہاں دہلی کا شہر آباد تھا، شاہی مسجد کا صرف ایک منار باقی چھوڑا جائے گا“۔

[غداروں کے خطوط، صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴]

جہادِ آزادی میں علامہ خیر آبادی کی شرکت کے اور بھی کئی ٹھوس ثبوت موجود ہیں اور سب سے بڑا ثبوت انگریزی کورٹ کا وہ فیصلہ ہے جو ابھی تک حکومتِ ہند کی تحویل میں ہے اور قومی دفتر خانہ ہند، نئی دہلی میں فارن پولیٹیکل ستمبر ۱۸۶۰ء، نمبر ۵۵۸ کے تحت محفوظ ہے۔ اس ریکارڈ تک عام لوگوں کی رسائی نہیں، لیکن مالک رام جو ہندوستان کی وزارتِ خارجہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے، انہوں نے مذکورہ ریکارڈ ملاحظہ کیا اور مقدمے کی کارروائی کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر کے ماہ نامہ تحریک دہلی، جون ۱۹۵۸ء میں شائع کیا۔ اس مضمون میں علامہ فضل حق خیر آبادی پر قائم ہونے والے مقدمے کی تفصیل دی گئی ہے اور آخر میں علامہ پر عائد ہونے والا الزام بھی ذکر کیا گیا ہے۔ آیئے اس حقیقت افروز اقتباس کے مطالعے سے اس سچائی تک پہنچنے کی کوشش کریں، جسے چھپانے کے لیے طرح طرح کے جتن کیے گئے، حتیٰ کہ خود مالک رام نے بھی مقدمے کی یہ کارروائی یہ ثابت کرنے کے لیے نقل کی تھی کہ ”پورے حالات کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا فضل حق مرحوم نے ۱۸۵۷ء کی تحریک میں واقعی کوئی حصہ نہیں لیا، انہوں نے اس سے پہلے لوگوں کو جو بھی تلقین کی ہو لیکن جب یہ ہنگامہ شروع ہوا تو وہ عملاً اس سے الگ تھلگ رہے، نہ علمی پہلو سے اس میں شریک ہوئے نہ عملی لحاظ سے“......

ادھر مالک رام کا یہ مؤقف ہے جب کہ دوسری طرف اودھ کے جوڈیشنل کمشنر مسٹر جارج کیمبل اور خیر آباد ڈویژن کے قائم مقام کمشنر میجر بارو کی مشترکہ کچہری نے ۴- مارچ ۱۸۵۹ء کو علامہ فضل حق خیر آبادی کے خلاف درج ذیل فیصلہ صادر کیا۔

الزامِ بغاوت اور قتل پر انگیخت

تشریح ۱...... وہ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کے دوران بغاوت کا سرغنہ رہا اور دہلی، اودھ اور دوسرے مقامات پر اس نے لوگوں کو بغاوت اور قتل کی ترغیب دی۔

تشریح ۲...... اس نے بوندی کے مقام پر مئی ۱۸۵۸ء میں باغی سرغنے ممو خان کی مجلس مشاورت میں نمایاں حصہ لیا۔

تشریح ۳...... اس نے بوندی کے مقام پر مئی ۱۸۵۸ء میں ایک سرکاری ملازم عبدالحکیم کو قتل کرنے کی ترغیب دی، ملزم نے جرم سے انکار کیا اور سماعت شروع ہوئی، عدالت کے سامنے ملزم مندرجہ ذیل امور میں مجرم ثابت ہوا:

۱ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء میں اس نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا۔

۲ ۱۸۵۸ء میں بوندی کے مقام پر اس نے باغیوں کے جو وہاں پڑاؤ ڈالے جمع تھے اور بالخصوص باغی سرغنے ممو خان کے مشوروں میں خاص خاص سرگرمی دکھائی، ان ہی ایام میں اس نے ایسے فتوے دیے جن کا مقصد قتل کی ترغیب دینا تھا۔

۴؍ مارچ ۱۸۵۹ء کو اسے بطور شاہی قیدی حبسِ حیات حبس بہ عبور دریائے شور اور اس کی تمام جائے داد کی ضبطی کی سزا دی گئی“......

علامہ فضل حق خیر آبادی کے عربی قصیدے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جنگ کے دوران (جو چار ماہ چلتی رہی) مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دیتے رہے، مگر جہاد میں انگریز دشمنی کے باوجود روایتی ہتھیار اٹھا کر حصہ نہیں لیا اور وہ اس میں کیسے حصہ لے سکتے تھے؟ کہ جنگ ایک فن ہے اور علامہ شمشیر و سنان کے ماہر نہیں تھے بلکہ زبان و قلم کی تلوار کے غازی تھے۔ وہ اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں خود فرماتے ہیں۔

قد قمتُ اُزجی القاعدین الی الوغٰی و قعدت لما قامت الهیجاء ۱۸

”میں بیٹھنے والوں کو لڑائی میں برابر آگے بڑھاتا رہا اور لڑائی شروع ہو جانے پر خود بیٹھا رہا“......

علامہ فضل حق خیر آبادی کو اپنے بیٹھے رہنے پر قلق و افسوس رہا، لگتا ہے کہ علامہ کی خواہش تھی کہ وہ ہتھیار چلانے کے فن سے آگاہ ہوتے تو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن انگریزوں کے خلاف جہاد میں دادِ شجاعت دیتے۔ یہی ایمانی غیرت کا تقاضا ہے اور اسی جذبے کے تحت علامہ اپنے آپ کو بیٹھ رہنے والوں میں شمار کر رہے ہیں۔ حالاں کہ علامہ نے بہادر شاہ ظفر اور مجاہدین کے حوصلے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا، لیکن اس کے باوجود

علامہ اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

رب اعف عني ما اقترفت و اعفني فرجائي منك العفو و الإعفاء ۱۹

''اے آمرزگار! میرے قصور کو معاف کر اور جو کچھ خطا مجھ سے سرزد ہوئی اس سے درگزر کر''......

علامہ فضل حق خیر آبادی کے تعاقب میں دشمن تھے، اس لیے اس دارو گیر کے زمانے میں وہ دہلی سے روانہ ہوئے۔ دہلی سے روانگی کا خود اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

»بعد ترك مالي من كتبي و نشبي و مالي ما يكفي لنقل احمالي و اخذت للنجاء سبيلا متوكلا على الله و كفى بالله و كيلا...... ۲۰

''مال واسباب چھوڑ کر باربرداری کا انتظام نہ ہو سکنے کی وجہ سے خدا پر بھروسہ کر کے اہل وعیال کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا''......

علامہ فضل حق خیر آبادی کے عربی قصیدے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادی کی اس جنگ میں جس کو ''بغاوت'' کہا جاتا ہے، بدانتظامی اور بعض اپنوں کی بے وفائیوں اور جفا شعاریوں کی وجہ سے ناکامی ہوئی، پھر انگریز دہلی میں ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو داخل ہو گئے اور ظلم وستم کا وہ بازار گرم ہوا کہ الامان الحفیظ۔ علامہ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

قد سلط الأ نصار في أمصارنا أن صار أنصارا لهم سفهاء ۲۱

''نصاریٰ ہمارے شہروں پر مسلط کر دیے گئے، کیوں کہ کچھ بے وقوف ہندوستانی ان کے مددگار بن گئے تھے''......

بادشاہ کو تنگ وتاریک کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ شہزادہ مرزا مغل کو گولی کا نشانہ بنا کر سر کاٹ کر بادشاہ کے سامنے رکھا گیا، پھر کچل کر پھینک دیا گیا۔ جب بادشاہ پر یہ آفت آئی تو علامہ پر کیا کچھ مصیبت نہ آئی ہوگی؟ وہ خود بتاتے ہیں۔

فان أعدائي يجدّون في إيدائي و يبغون بما يبغون إيذائي و أودائي لا يستطيعون مداواة دائي و قد رسخت في قلوب العدىٰ مني أضغان و حقائد كما ترسخ في القلوب من الأديان عقائد و قد شحنت صدورهم الوخيمة بالشحناء و السخيمة لكني أرجو رحمة ربي العزيز الرحيم ۲۲

''میرے دشمن میری ایذا رسانی میں کوشاں میری ہلاکت کے درپے رہتے ہیں۔ میرے دوست میرے مرض کے مداوے سے لاچار ہیں۔ دشمنوں کے دل میں میری طرف سے بغض وکینہ مذہبی عقائد کی طرح راسخ ہو گیا ہے، ان کے پلید سینے کینے اور عداوت کے دفینے بن گئے ہیں''......

۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۸ء میں ملکہ وکٹوریہ نے عام معافی کا اعلان کیا، اس سے دھوکہ کھا کر علامہ دہلی سے اپنے گھر کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

’’جنگ آزادی کے دوران میرے اکثر اہل وعیال دہلی میں تھے، پھر جب نصاریٰ شہر پر قابض ہو گئے، لشکری وشہری باقی نہ رہے، تو پانچ شبانہ روز بھوک و پیاس میں گزار کر، کتابیں چھوڑ کر، اہل وعیال کے ساتھ دہلی سے نکل گئے‘‘ ......

[الثورۃ الہندیہ، صفحہ ۲۶۷]

علامہ نے اپنے عربی قصیدے ہمزیہ میں ملکہ وکٹوریہ کی بدعہدی کا یوں ذکر کیا۔

انی بلانی خدعة امرأة بلٰی　　کید عظیم ما تکید نساء
فدعت بان قد شهرت ان آمنت　　قوما نبت بهم الدیار و ناء وا ......[۲۳]

’’مجھے ایک عورت کے مکر نے مبتلائے مصیبت کر دیا، عورتوں کا مکر بڑا زبردست مکر ہے، اس نے یہ کہہ کر شہرت دی جو لوگ گھروں سے دور پڑے ہیں انہیں امن دے دیا گیا‘‘ ......

بہر حال ۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۹ء میں علامہ پر لکھنؤ میں بغاوت کا مقدمہ چلا اور ۴/ مارچ ۱۸۵۹ء کو فیصلہ حینِ حیات حبس دریائے شور اور تمام جائے داد کی ضبطی۔ علامہ اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

و قضی علی بتخلید حبسی و تعذیبی و جلائی و تغریبی و غصب کل مالی من
کتبی و نشبی و مالی و غصب دارا کانت لاهلی و عیالی ......[۲۴]

’’اس ظالم حکمران نے میری جلاوطنی اور عمر قید کا فیصلہ صادر کر دیا اور میری کتابیں، جائے داد، مال و متاع اور اہل وعیال کے رہنے کا مکان، غرض ہر چیز پر غاصبانہ قبضہ کر لیا‘‘ ......

بقول بعض لوگوں کے، علامہ نے نواب رام پور کے نام ایک فارسی خط ......[۲۵] میں جرمِ بغاوت سے اپنی برّیت کا اظہار کیا ہے لیکن اس مکتوب کا صرف متن ہی میسر آ سکا، اصل مکتوب کا عکس نہیں مل سکا، اس لیے اس کی تصدیق یا تردید نہیں کی جاسکتی۔ بہر حال علامہ کو جرمِ بغاوت کے الزام میں جزیرۂ انڈمان بھیج دیا گیا، جس کا ذکر علامہ نے اس طرح کیا۔

و أنزلونی مع الأسریٰ علی جبل　　قاص تَنِی دونه أوهام قصّاد ......[۲۶]

’’اور مجھے ان قیدیوں کے ساتھ ایک دور دراز پہاڑی پر اتار دیا، جہاں قصد کرنے والوں کا وہم وگمان بھی نہ پہنچتا تھا‘‘ ...... اسی جزیرے میں علامہ نے ۱۲/ صفر المظفر / ۱۸۶۱ء کو وصال فرمایا۔ علامہ نے انقلاب ۱۸۵۷ء کے واقعات قید و بند کے زمانے میں عربی نثر میں لکھے ہیں، جس میں مئی ۱۸۵۷ء سے ستمبر ۱۸۵۷ء کے درمیان انگریزوں اور مسلمانوں میں ہونے والی جنگ اور ہمہ گیر تباہی و بربادی کا ذکر کیا ہے۔ دہلی سے وطن عزیز روانگی اور وہاں پہنچنے کے بعد گرفتاری پھر مقدمہ اور فیصلے کا ذکر کیا ہے اور ظلم و ستم کی داستان سنائی ہے، اسی طرح اپنے عربی قصیدہ دالیہ میں اپنے امراض و مصائب، جہاد، اسباب و علل، نصاریٰ کی عداوت، مدعیانِ اسلام کی طرف سے ان کی امداد، ساتھیوں پر حملے اور ظلم، جہاز میں سواری، جزیرے میں اترنے اور نصاریٰ کا ایذا رسانی

کے لیے اپنے دم ساز زندیقوں کو آمادہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ۲۷

ہمارے خیال میں علامہ کی گرفتاری کی وجہ بعض نام نہاد مسلمانوں کی جفاشعاریاں اور ریشہ دوانیاں بھی تھیں، جس کا علامہ نے اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

و المسلمین الذین ارتدوا بولاء النصاریٰ بعد الایمان و باعوا دینهم
ببخس من الأثمان ۲۸

"اور وہ مسلمان بھی جو ایمان کے بعد نصاریٰ کی محبت میں مرتد ہو کر اپنے دین کو چند ٹکوں کے عوض بیچ چکے تھے" ......

ایسا معلوم ہوتا ہے یہ لوگ علامہ کے جزیرۂ انڈمان پہنچنے کے بعد بھی ایذا رسانی کی کوشش کرتے رہے، جس کا ذکر علامہ نے یوں کیا ہے:

أغری النصاریٰ بتعذیبی زنادقةً   یلونهم و تولوهم لإلحاد
غاظوا و جدّوا و لجوا فی معاقبتی   عادوا و بادوا بأضغان و أحقاد ۲۹

"مجھے تکلیف پہنچانے کے لیے ایسے زندیقوں کو آمادہ کیا جو ان کے مقرب ہیں اور وہ بھی جن سے ان کے الحاد کی وجہ سے محبت کرتے ہیں۔ وہ غصے میں آپے سے باہر ہو گئے اور میری اذیت رسانی میں ہر ممکن جد و جہد سے کام لیا، پوری پوری دشمنی برتی، بغض و کینے کا کھلا مظاہرہ کیا" ......

علامہ کی گرفتاری کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مئی ۱۸۵۸ء میں عبدالحکیم کو جو انگریزوں کی طرف سے دریا آباد (یو پی، بھارت) میں متعین تھا، گرفتار کر کے منتظم حسین نے بیگم حضرت محل کے پاس بونڈی بھیج دیا، وہاں اس کو ممو خاں اور علامہ فضل حق کے سامنے پیش کیا گیا۔ علامہ فضل حق نے اس کو سزائے موت کا مستحق قرار دیا اور مشورہ دیا کہ فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جائے ......۳۰ اس کی کچھ تصدیق علامہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے:

و وشی علی عنده مرتدان أشدّان ألدّان جادلانی فی ایة من ای القرآن
محکمة حکمت بأن من یتولی النصاری نصران و هما علی تولیهم
یصران فارتدا و استبدلا الکفر بالإیمان ۳۱

"اور میری چغلی ایسے دو مرتد، جھگڑالو، تند خو افراد نے کھائی جو مجھ سے قرآن کی محکم آیات میں مجادلہ کرتے تھے، جس کا حکم یہ تھا کہ نصاریٰ کا دوست بھی نصرانی ہے، وہ دونوں نصاریٰ کی مودّت و محبت پر مُصر تھے، انہوں نے مرتد ہو کر کفر کو ایمان سے بدل لیا تھا" ......

اس اقتباس سے گرفتاری کی وجوہ اور علامہ کے عقائد کی پوری پوری وضاحت ہوتی ہے۔ بہر حال علامہ کلکتے سے بحری جہاز میں سوار ہو کر ۸/ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو پورٹ بلیر پہنچے، یہاں قیدیوں میں ان کا دفتر نمبر ۳۶۸۷

تھا۔ جزیرۂ انڈمان میں علامہ نے عربی نظم ونثر میں جو کچھ قلم بند کیا وہ کسی نہ کسی طرح ہندوستان پہنچا، بعد میں اس مجموعہ کا نام ''الثورة الهندیه'' رکھا گیا۔ اس میں قصیدہ ہمزیہ بھی ہے اور قصیدہ دالیہ بھی۔ اس مجموعے کی نقل بقول ابوالکلام آزاد، علامہ کے صاحب زادے علامہ عبدالحق علیہ الرحمہ......[۳۲] (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء) نے آزاد کے والد علامہ خیرالدین کو مکہ معظمہ بھیجی تھی جو ان کے کتب خانہ میں محفوظ ہے، اس کی نقل عبدالشاہد خاں شروانی (لائبریرین اورینٹل سیکشن، لٹن لائبریری، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی) نے تصحیح کے بعد اصل مجموعہ اور اس کا اردو ترجمہ پہلی بار ۱۹۴۷ء میں بجنور سے شائع کرایا۔ پھر دوسری بار علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے فاضلانہ اور محققانہ مقدمے اور مفید اضافوں کے ساتھ ۱۳۷۴ھ/۱۹۹۴ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی نے نو ماہ اُنیس دن جزیدہ انڈمان میں سیاسی قیدی رہ کر ۱۲ر صفر المظفر ۱۲۷۸ھ/ ۲۰-اگست ۱۸۶۱ء کو وصال فرمایا یعنی جامِ شہادت نوش فرمایا۔

* * *

افسوس! سارا زورِ قلم اس پر صرف کیا جاتا ہے کہ جہادِ آزادی میں شریک نہ تھے، محض غلط فہمی کی بنا پر ان کو عمر قید سنائی گئی......[۳۳] جو شخص پورے ملک میں جانا پہچانا ہو اور جس کو حاکم بھی اچھی طرح جانتا ہو، اس کے متعلق غلط فہمی بعید از قیاس ہے۔ واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ علامہ دل سے انگریزوں کے مخالف تھے۔ وہ جنگِ آزادی کے زمانے میں انگریز کے دوست کو واجب القتل سمجھتے تھے (جیسا کہ پیچھے حوالہ پیش کیا گیا) کیوں کہ جو انگریز کا دوست ہو گا وہ یقیناً مجاہدین کا دشمن ہو گا۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی کو سُنّی، حنفی، سلفی ہونے کی وجہ سے ہدف بنایا گیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مؤرخین نے جہادِ آزادی کے زمانے میں جس کے بارے میں انگریز دوستی کی ایک بھی شہادت نہیں، اس کو انگریز دوست ثابت کیا اور جن کے بارے میں انگریز دوستی کی کئی شہادتیں موجود ہیں یعنی سیّد احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی وغیرہ ان کو جہادِ آزادی کا قائد اور سلطنتِ اسلامیہ کا ہیرو ثابت کیا گیا اور مستقل ثابت کیا جا رہا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ پاکستان میں کالج کے نصابی اسباق میں ''پاکستان کے لیے پہلا جہاد'' کے عنوان سے ایک سبق رکھ کر طلبہ کے ذہن کو صاف کیا گیا۔

انگریز دوستی کا جو الزام علامہ فضل حق خیرآبادی اور امام احمد رضا محدث بریلوی......[۳۴] پر لگایا جاتا ہے، وہ تاریخی طور پر ان دونوں کے مخالفین پر عائد ہوتا ہے۔ مثلاً مولوی اسماعیل دہلوی سمیت ان کے ان سب مؤیدین پر یہ الزام عائد ہوتا ہے، سرسیّد احمد خاں......[۳۵] (م۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء)، رشید احمد گنگوہی......[۳۶] (م۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء)، نواب صدیق حسن خان[۳۷] (م۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء)، نذیر حسین دہلوی......[۳۸] (م۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء)، اشرف علی تھانوی......[۳۹] (م۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)، شبلی نعمانی......[۴۰] (م۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء) وغیرہ وغیرہ......[۴۱]

یہی نہیں کہ یہ لوگ انگریزوں کے حامی و مددگار تھے بلکہ جس کسی کی بھی یہ تائید کرتے ہیں اس کا سلسلۂ فکر مولوی اسماعیل دہلوی سے ملتا ہے، جو ابن عبدالوہاب نجدی (م ۱۲۰۶ھ/ ۲-۱۷۹۱ء) اور ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء) وغیرہ سے فیض یاب ہیں۔ مثلاً آلِ سعود کے یہ سب حامی و مددگار ہیں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل السعود کے برطانیہ سے مراسم تھے۔ چناں چہ ۱۸/ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ/ ۲۶-نومبر ۱۹۱۵ء کو انگریزوں کی بالادستی کا معاہدہ ہوا......[۴۲] ابنِ سعود کو حکومتِ برطانیہ کی طرف سے ستارۂ ہند کا خطاب دیا گیا اور تمغہ لگایا گیا۔......[۴۳]

الغرض تاریخی حیثیت سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی انگریزوں کے حامی و مددگار نہ تھے بلکہ ان کے حامیوں اور مددگاروں کو مرتد سمجھتے تھے۔ وہ علم و فضل کے پیکر بے مثال تھے۔ جہادِ آزادی میں بحیثیت ایک متبحر عالم جو کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔ جب کہ ان کے مخالف علما نے انگریزوں کا پورا پورا ساتھ دیا اور ہندوستان میں اس کے اقتدار کی راہ ہموار کی۔

✡✡✡✡

علامہ فضل حق خیرآبادی صاحبِ تصنیف عالم تھے۔ ان کی قابلِ ذکر تصانیف یہ ہیں:

۱......شرح تہذیب الکلام
۲......تحقیق حقیقۃ الاجسام
۳......حاشیہ قاضی مبارک
۴......حاشیہ افق المبین
۵......حاشیہ تلخیص الشفاء
۶......الہدیہ السعیدیۃ
۷......الروض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود
۸......رسالہ مبحث قاطیغوریاس
۹......رسالہ تحقیق العلم والمعلوم
۱۰......الجنس الغالی فی شرح الجوہر العالی
۱۱......رسالہ کلی طبعی
۱۲......رسالہ تشکیک ماہیات
۱۳......تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ
۱۴......امتناع النظیر
۱۵......قصائد فتنۃ الہند
۱۶......مجموعۃ القصائد
......وغیرہ

جامعہ ازہر شریف کے ریسرچ اسکالر مولانا حافظ عبدالواحد نے علم فلسفہ میں ایک اور تصنیف ”رسالۃ فی الالٰھیات“ کا پتہ لگایا ہے، جو بقول ان کے رضا لائبریری رام پور (انڈیا) میں قلمی محفوظ ہے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی کی علمی عظمت و جلالت کا اندازہ ان کے معاصرین اور قریب العہد علما و فضلا کے تأثرات سے بھی ہوتا ہے، ہم یہاں چند شخصیات کے تأثرات پیش کرتے ہیں:

۱ مولوی عبدالقادر صدر الصدور (۵-۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۹ء)

”عربی ادب میں ابوالحسن اخفش جیسے ہیں، ان کی نثر مقامات حریری سے اور نظم دیوان متنبی سے ممتاز ہے“ ......

[وقائع عبدالقادر خانی، صفحہ ۲۵۸، بحوالہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور جہادِ آزادی، از محمد سعید الرحمٰن علوی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۷ء، صفحہ ۱۵۱]

۲ مولوی کریم الدین پانی پتی (م ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء)

”واضح ہو کہ یہ فاضلِ اجل بڑا عالم ہندوستان میں ہے، اس سے صدہا لوگوں کو فیض ہوا ہے اور صدہا فاضل اس کے شاگردوں میں ہیں۔ علوم عربیہ میں اس شخص کو بڑا رتبہ حاصل ہے“ ......

[تذکرۂ فرائد الدہر، مطبوعہ دہلی، ۱۸۴۷ء، صفحہ ۷-۲۰۶، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۵۵]

۳ محمد حسین شاہ جہان پوری (م۱۲۷۶ھ/ ۶۰-۱۸۵۹ء)

”مولانا فضلِ حق بن فضل امام خیر آبادی وہ بڑے عالموں میں سے تھے، اعلیٰ علوم، ادب اور لغت میں بلاشبہہ شیخ الرئیس (بوعلی سینا) کی مثل تھے“ ......

[ریاض الفردوس، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۶۶ء، صفحہ ۱۴۰، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۵۶]

۴ محمد محسن بن یحییٰ ترہتی تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی

”علامہ فضل حق خیر آبادی حاذق ترین مناظر اور اپنے زمانے کے بڑے اصولی تھے۔ وہ اپنے دور کے اچھے شاعر اور عربی کے بڑے ادیب تھے“ ......

[الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی، ۱۲۸۰ھ، مطبوعہ بریلی، ۱۲۷۶ھ، صفحہ ۳-۹۲، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۵۷]

۵ نواب صدیق حسن خان (م۱۳۰۷ھ/ ۹۰-۱۸۸۹ء)

”ان کی نظم میں چار ہزار سے زیادہ اشعار ہیں، بیشتر قصائد مدح رسول ﷺ میں اور بعض کفار و فجار کی ہجو میں۔ ان کی غزلیات، تقاریظ اور ادبیات کو شیخ الادب جمیل احمد بلگرامی مرحوم نے ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور ان کی شرح بھی کر دی ہے“ ......

[ابجد العلوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۶ھ، صفحہ ۹۱۵، بحوالہ مذکور، صفحہ ۳-۱۶۲]

۶ سر سیّد احمد خان (م۶-۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء)

”کمالاتِ علم و ادب میں ایسا علم سرفرازی بلند کیا کہ فصاحت کے واسطے ان کی عبارت نشتہ محضر عروج معارج ہے اور بلاغت کے واسطے ان کی طبع رسا دست آویزی بلندیٔ معارج ہے۔ سحبان کو ان کی فصاحت سے سرمایہ خوش بیانی اور امراء القیس کو ان کے افکارِ بلند سے دست گاہ عروج معانی“ ......

[آثار الصنادید (۱۸۴۷ء)، مطبوعہ دہلی، ۱۹۶۵ء، صفحہ ۳-۵۶۲، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۵۳]

۷ امیر احمد مینائی (م۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء)

”فنونِ حکمیہ میں مرتبۂ اجتہاد، بڑے ادیب، بڑے منطقی، نہایت ذہین، نہایت زکی، خلیق......ہہ وذلیق، انتہائی صاحب تدقیق و تحقیق“ ......

[انتخابِ یادگار، ۱۲۹۰ھ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۹۷ھ، صفحہ ۲-۲۹۱، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۵۹]

Nafseislam
نفس اسلام

۸ فقیر محمد جہلمی (م ۵-۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء)

”عربی و فارسی میں نظم لائق، نثر فائق کہتے تھے، چار ہزار اشعار آپ کے شمار کیے گئے ہیں اور اکثر قصائد آپ کے مدح آں حضرت اور ہجوِ کفار میں ہیں، آپ کے استاذی مفتی صدرالدین خان صدرالصدور دہلوی کے درمیان بڑی دوستی تھی“ ......

[حدائق الحنفیہ (۱۲۹۷ھ)، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۹۱ء، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۶۷]

حواشی و حوالہ جات

۱...... اوائل عمر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے ایک عربی قصیدہ پیش کیا، شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض کیا، علامہ نے شعرائے متقدمین کے بیس اشعار سنا دیے اور شاہ صاحب نے اپنا تسامح تسلیم کیا۔ [مسعود]

۲...... محمد فضل حق خیر آبادی، الشورة الهندية، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، صفحہ ۳۰۷، طبع ثالث۔

۳...... امام احمد رضا محدث بریلوی کا عربی کلام ”بساتين الغفران“ کے عنوان سے ازہر یونی ورسٹی، قاہرہ کے مصری فاضل ڈاکٹر حازم محفوظ نے مرتب کیا ہے۔ (مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۷ء) موصوف ہی نے اردو کلام ”حدائقِ بخشش“ کا عربی میں منثور ترجمہ کیا، پھر مصر کے مشہور فاضل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے عربی میں اس کو منظوم کیا۔ یہ ترجمہ ”صفوة المديح“ کے عنوان سے قاہرہ سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہو گیا ہے۔ اس طرح امام احمد رضا محدث بریلوی کے مشہور سلام کو پروفیسر ڈاکٹر حازم محفوظ مصری نے عربی نثر میں منتقل کیا، پھر اس کو مصر کے مشہور فاضل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے عربی نظم میں منتقل کیا۔ یہ منظوم ترجمہ بعنوان ”المنظومة السلامية فى مدح خير البرية“ ۱۹۹۹ء میں قاہرہ سے شائع ہو گیا ہے۔ [مسعود]

۴...... الثورۃ الهندیہ، صفحہ ۸-۲۹۷ (ملخصاً) ۵...... الثورۃ الهندیہ، صفحہ ۳۱۹

۶...... رحمان علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۱ء، (ترجمہ اردو) صفحہ ۳-۳۸۲

۷...... ڈاکٹر محمد ایوب قادری ”مولوی فضل حق خیر آبادی“ دورِ ملازمت، بحوالہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہادِ آزادی، مرتبہ محمد سعید الرحمٰن علوی، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۹۵

۸...... فضل حق خیر آبادی تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، صفحہ ۲۴۷

۹...... سر سید احمد خان، مقالاتِ سر سیّد، مطبوعہ لاہور، حصہ نہم، صفحہ ۴۰-۱۳۹

۱۰...... امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی توبہ کی شہرت کی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں فرمائی بلکہ سکوت کا حکم دیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

> ”لزوم و التزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا، حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے“ ......

[سل السيوف الهندية على كفريات باب النجديه، مطبوعہ رضویہ کتب خانہ بریلی، صفحہ ۲۵]

”شہرت یہ ہو گئی تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض

مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کرلی تھی“......

[عبدالستار ہمدانی، امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۹ء، صفحہ ۶۳]

مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس توبہ کا انکار کیا، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

”اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افتراء اہل بدعت کا ہے“......

[فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ دیوبند، صفحہ ۸۴]

مولوی رشید احمد کے انکار کے باوجود امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور مولوی اسماعیل کی تکفیر نہیں فرمائی۔ اکابرین اہل سنت رحمہم اللہ تعالیٰ نے حزم و احتیاط کا یہی طریقہ اپنایا ہے اور یہی طریقہ ان کے مقامِ فقاہت کے شایانِ شان ہے۔ [مسعود]

۱۱...... حسین احمد دیوبندی، نقشِ حیات، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۹ء، جلد دوم، صفحہ ۴۱۹

۱۲...... محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۸ء، صفحہ ۱۳۱

۱۳...... اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان، انگریزی ترجمہ، رائل ایشیاٹک سوسائٹی

۱۴...... مغلیہ دورِ سلطنت میں شاہی دربار میں علما، شرفا اور نوابین میں حقے کا عام رواج تھا، بادشاہوں کے حقے تو اب بھی عجائب خانوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ حقے اور ان میں استعمال ہونے والا تمباکو آج کل کے دیہاتی حقوں اور اس کے تمباکو سے مختلف تھا۔ بڑے قیمتی، زرنگار اور خوب صورت حقے ہوتے تھے، چلم شان دار، نقرئی یا طلائی نے، کبھی یہ پائپ کی طرح اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ایک کمرے میں حقہ، دوسرے کمرے میں نے، پھر تمباکو کی جگہ قیمتی خمیر سے تیار کیے جاتے تھے، ان میں مشک و عنبر وغیرہ کا بھی استعمال ہوتا تھا، جب حقہ تازہ کیا جاتا اور نوش جاں کیا جاتا تو دھوئیں سے خوش بوئیں پھوٹتیں اور پوری فضا معطر اور معنبر ہو جاتی۔ [مسعود]

۱۵...... اس زمانے میں بادشاہ اور نوابین علما اور حکما میں یہ کھیل معیوب نہ تھا بلکہ اس کھیل کو ذکاوت کی جلا کے لیے کھیلتے تھے۔ راقم نے بھی اپنے بچپن میں بعض متبحر علما اور حاذق حکما کو یہ کھیل کھیلتے دیکھا ہے۔ [مسعود]

۱۶...... نواب صدیق حسن خاں، تاریخ قنوج، ۱۲۷۸ء، بحوالہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہادِ آزادی، لاہور، ۱۹۸۷ء، صفحہ ۱۶۵

۱۷...... سر سیّد احمد خاں نے اسبابِ سرکشی ہندوستان [آگرہ، ۱۸۵۹ء، صفحہ ۷] اور مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ [جلد ۵، صفحہ ۶۷۵] میں فتویٰ جہاد کے بارے میں گول مول باتیں لکھی ہیں۔

۱۸...... الثورۃ الھندیہ، صفحہ ۳۱۴ ۱۹...... ایضاً

۲۰...... ایضاً، صفحہ ۲۶۷ ۲۱...... ایضاً، صفحہ ۳۰۷

۲۲...... ایضاً، صفحہ ۲۹۵ ۲۳...... ایضاً، صفحہ ۲۹۹ ۲۴...... ایضاً، صفحہ ۲۸۹

۲۵...... مورخہ ۱۸ فروری ۱۸۵۹ء، بنام نواب رام پور، مخزونہ کتب خانہ رام پور، نواب یوسف علی خان بہادر، نوٹ: یہ مکتوب رام پور سے الٰہ آباد منتقل کر دیا گیا ہے۔ ۱۲ [شرف قادری]

۲۶...... الثورۃ الھندیہ، صفحہ ۳۲۲ ۲۷...... ایضاً، صفحہ ۳۲۳

۲۸...... ایضاً، صفحہ ۲۶۱ ۲۹...... ایضاً، صفحہ ۳۲۳

۳۰...... مولانا فضل حق خیرآبادی، از مالک رام، بحوالہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور جہادِ آزادی، صفحہ ۲۳۱

۳۱...... الثورة الهندیہ، صفحہ ۲۸۹

۳۲...... علامہ محمد عبدالحق خیرآبادی عظیم باپ کے عظیم بیٹے تھے۔ ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۸ء میں دہلی میں ولادت ہوئی، ۱۶ سال کی عمر میں درسیات سے فارغ ہوئے، پھر مدرسہ عالیہ، کلکتہ میں خدمات انجام دیں، اس کے بعد نواب رام پور نے بلالیا اور وہاں ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء تک حاکم مرافعہ اور مدرسہ عالیہ رام پور کے پرنسپل رہے۔ کچھ روز آصف جاہ نظام حیدرآباد کی دعوت پر حیدرآباد بھی رہے، پھر نواب حامد علی خان نے رام پور بلالیا۔ ایک سال وہاں رہ کر خیرآباد گئے۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی سلسلۂ چشتیہ میں شاہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے، آخر میں تصوف کی طرف پوری توجہ ہوگئی تھی۔ ۲۳؍شوال المکرم ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۹ء کو انتقال فرمایا۔ امیر مینائی نے یہ مادہ تاریخ نکالا ہے:

آرام گہ امام وقت است

[الثورة الهندیہ، صفحہ ۱۶۷-۱۸۳، ضمیمہ حکیم سیّد برکات احمد ٹونکی، ملخصاً]

۳۳...... علامہ فضل حق خیرآبادی پر مختلف علمی مقالات کا ایک مجموعہ بعنوان "فضل حق خیرآبادی اور جہادِ آزادی" مرتب کیا گیا۔ یہ عنوان بظاہر دل پذیر معلوم ہوتا ہے، پھر یہ کتاب سُنّی پبلی کیشنز، لاہور کے نام سے شائع کرائی گئی تاکہ ناشر کو وہابی نہ سمجھا جائے۔ پھر نفیس رقم کے شاگرد محمد عاشق نے اس کی کتابت کی، اس نے ان کے نام کے آگے "قادری" لگایا ہوا ہے تاکہ کوئی شک نہ رہے۔ تعجب یہ ہے کہ نفیس رقم نے اس کتاب کا سرورق کتابت کیا، جب کہ نفیس رقم کا حال یہ تھا کہ فقیر کی کتابوں کے ٹائٹل لکھنے سے اس لیے انکار کرتے تھے کہ فقیر مولانا احمد رضا محدث بریلوی (علیہ الرحمہ) پر کام کرتا ہے۔ افسوس! دنیائے وہابیت اور دیوبندیت دونوں ہی محدث بریلوی سے نالاں ہیں اور آپ کے بے مثل علم و فضل کا ان پر ذرہ برابر اثر نہیں، جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ اتنے خوب صورت عنوان کے باوجود اس میں علامہ فضل حق خیرآبادی کو جہادِ آزادی سے الگ دکھایا گیا ہے۔ [مسعود]

۳۴...... اس الزام کی تردید میں راقم کا مقالہ "گناہِ بے گناہی" مطبوعہ کراچی، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء مطالعہ فرمائیں۔ [مسعود]

۳۵...... (الف) الطاف حسین حالی، حیاتِ جاوید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۵ء، صفحہ ۱۷۵

(ب) سرسیّد احمد خان، مقالاتِ سرسیّد، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۲ء، حصہ نہم، صفحہ ۲۱۲

۳۶...... عاشق الٰہی میرٹھی، تذکرۃ الرشید، مطبوعہ دہلی، جلد ۱، صفحہ ۸۰

۳۷...... صدیق حسن خان، ترجمان وہابیہ، مطبوعہ دہلی، ۱۳۱۲ھ، صفحہ ۹، ۲۹

۳۸...... فضل حسین بہاری، الحیات بعد الممات، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۹ھ، صفحہ ۱۲۵، ۱۳۷

۳۹...... (الف) رئیس احمد جعفری، اوراقِ گم گشتہ، مطبوعہ کراچی، صفحہ ۳۲۴

(ب) محمد زکی دیوبندی، مکالمۃ الصدرین (۲۷؍ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ) دارالاشاعت دیوبند

۴۰...... (الف) محمد اکرام شیخ، شبلی نامہ، صفحہ ۱۷۸، ۲۴۵

(ب) سلیمان ندوی، حیاتِ شبلی، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۹۴۳ء، صفحہ ۴-۶۳۱

۴۱...... تفصیل کے لیے دیکھیں شیشے کے گھر، تالیف مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، برطانوی مظالم کی کہانی، تالیف مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری۔

۴۲......سرگزشت حجاز، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء، صفحہ ۴۲-۳

۴۳......ایضاً عکس بالمقابل، صفحہ ۱۸

۴۴......امیر احمد مینائی نے علامہ فضل حق خیر آبادی کو ''خلیق'' لکھا ہے لیکن نواب صدیق حسن خان نے ''حسنِ اخلاق سے بہت دور'' لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس قدر علم و کمال اور علم و حکمت اور فلسفۂ و ریاضی، عربی ادب اور نعت میں اتنی دست گاہ ہونے کے باوجود حسنِ اخلاق اور عالمانہ تواضع سے بہت دور تھے-----

[تاریخ قنوج، ۱۲۷۸ھ، بحوالہ سرحد کراچی، جون جولائی ۱۹۷۴ء، مقالہ محمد ایوب قادری، صفحہ ۳۵]

امیر احمد مینائی صحیح العقیدہ سُنّی تھے جب کہ نواب صدیق حسن خان ابتدا میں بدعقیدہ تھے، شاید اسی لیے ان سے اخلاق سے پیش نہ آئے ہوں گے، اس لیے انھوں نے جو دیکھا، لکھ دیا، لیکن اس سے علامہ فضل حق خیر آبادی کے عقیدے کی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ [مسعود]

حاشیہ اضافی:

۱...... امام احمد رضا محدث بریلوی کے عربی دیوان ''بساتین الغفران'' پر فضلائے ازہر و علمائے عرب نے تاثرات و تبصرے قلمبند فرمائے ہیں۔ اس حوالہ سے محدث بریلوی کے شعری محاسن پر الاستاذ الدکتور محمد مجید السعید (رئیس الجامعۃ الاسلامیہ بغداد شریف) نے ایک کتاب ''شاعر من الهند'' کے نام سے تالیف کی ہے جسے مؤسسۃ الشرف لاہور نے شائع کیا ہے۔

۲...... عربی شعر و ادب میں علامہ فضل حق خیر آبادی کی خدمات کے موضوع پر مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری نے جامعۃ الازہر قاہرہ مصر سے مقالۂ ڈاکٹریٹ تحریر فرمایا ہے۔ اس سے قبل موصوف امام احمد رضا محدث بریلوی پر جامعۃ الازہر سے الشيخ احمد رضا خان البريلوى الهندى ، شاعرا عربياً کے عنوان سے ایم فل کیا ہے۔

۳......علامہ فضل حق خیر آبادی کی تصنیف ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' کی اشاعت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری کے محققانہ مقدمہ کے ساتھ ہند و پاک سے ہوئی ہے۔

۴......آزادیِ ہند میں علمائے حق کی کاوشوں اور قربانیوں سے متعلق علامہ یٰسین اختر مصباحی کی تصنیف ''قائدین تحریک آزادی'' (مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی) ملاحظہ فرمائیں۔

[غلام مصطفٰے رضوی]

اظہار تشکر: حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی اس تحریر منیر کی اشاعت کے سلسلے میں جناب محمد زبیر قادری (مدیر سہ ماہی افکار رضا، بمبئی) کے مشکور و ممنون ہیں کہ جن کی عنایت سے ہمیں یہ رسالہ میسر آیا۔

[صدر و اراکین نوری مشن، مالیگاؤں]

فروغ اہلسنّت کیلئے امام اہلسنّت کا دس نکاتی پروگرام

۱ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

۲ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں

۳ مدرّسوں کی بیش قرار تنخواہیں اُن کی کارروائیوں پر دی جائیں

۴ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔

۵ اُن میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وتقریراً و وعظاً ومناظرۃً اشاعتِ دین ومذہب کریں۔

۶ حمایت مذہب ورد بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنّفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

۷ تصنیف شدہ اور نوتصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مُفت تقسیم کئے جائیں۔

۸ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیِ اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

۹ جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

۱۰ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ ”آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم ودینار سے چلے گا“ اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر ۱۲، صفحہ نمبر ۱۳۳)

AL-Huda Offset Press Ph.02554-237917